بہ ۳ نمبر
اپریل ۱۸۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

ماہوار رسالہ

152

الحافظ

شیعہ مدرسۃ الحفاظ لاہور کا ماہوار علمی رسالہ

زیر حمایت سرکار حجۃ الاسلام اعلیٰ حضرت مجتہد پنجاب مدظلہم العالی

مدیر

المتمسک بالثقلین

حکیم شیخ بہادر حسین

نے

دفتر الحافظ لاہور موچی دروازہ سے شائع کیا

مقاصد

(۱) مدرسۃ الحفاظ کی ضرورت اور اسکی رُوئداد کی ماہانہ رپورٹ شائع کرنا۔ (۲) شیعہ ینگ مین سوسائٹی کی ماہانہ کارگذاری کا درج کرنا۔ (۳) رسولِ اسلام کا خاتم الانبیا و اشرف الخلائق ہونا۔ (۴) شرع اسلام کی حقانیت اور اسکی صداقت اور افضل الادیان ہونا۔ (۵) ائمہ علیہم السلام کے علمی کارنامے۔ (۶) اصحاب ابرار رسول مختار علیہ السلام کے مفید اور دلچسپ حالات۔ (۷) قرآنِ کریم کا افضل الصحائف و معجزہ ہونا اور حل متشابہات آیات (۸) تبلیغ مذہب حقہ ناجیہ و حمایت اسلام و ازالہ شبہات (۹) مرزائیوں وہابیوں چکڑالویوں اور سنیوں کے اعتراضوں کے مہذبانہ جوابات۔ (۱۰) اصلاح رسوم منہیہ شرعیہ (۱۱) شیعوں کی ضروریات اور شیعی دنیا کی خبریں۔ (۱۲) طبی نکات۔

قواعد

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۱۲ تاریخ کو شائع ہوا کریگا۔ (۲) نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔ (۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔ (۴) اجرت اشتہارات بذریعہ خط و کتابت یا زبانی طے ہوگی۔ (۵) علمی مضامین بنام مدیر اور دیگر دریافت طلب امور بنام منیجر (۶) مضامین بپابندی ضوابط رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ تک دفتر الحافظ میں پہونچ جانے چاہئیں۔ (۷) الحافظ کا سالانہ چندہ عوام سے دو روپیہ اور رؤسا و والیان ملک کے لئے کوئی قید نہیں جو رحمت فرمائیں۔

نوٹ:۔ مضامین مختصر، خوشخط اور عام فہم ہوں۔ عربی عبارت با ترجمہ ہونی چاہیئے۔

وی پی

جو صاحبان چار نمبر الحافظ کے وصول کر چکے ہیں۔ کیا انہیں اس امر کا احساس نہیں ہے کہ پریس کی مشکلات اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہم خود بخود بغیر از تقاضا اپنا اپنا چندہ سالانہ بھیجدیں اگر کہ الحافظ سے فی الواقع دلچسپی ہے اور وہ حامی ملت بیضا و حافظ ناموس شریعت غرا ہے تو آپ خود ہی چندہ بھیجکر کیوں اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ ہم بہت خوش ہونگے کہ الحافظ اگر آپ کے دل پسند نہ ہو تو آپ دفتر کو پہلی فرصت میں انکاری خط لکھدیں۔ ورنہ آئندہ نمبر پانچ وی پی روانہ ہوگا۔ اور آپکا فرض ہوگا کہ آپ اسکو وصول کریں۔ اور قصداً وی پی وصول کرنے سے انکار کر کے بلا وجہ دفتر کو زیر بار نہ کریں۔

(منیجر)

قیمت سالانہ دو روپیہ (عہ)

الحافظ

فی پرچہ ۳ر

جلد اول — بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۲۵ء — نمبر ۴

باب الفتاویٰ

سوال :- اگر کوئی شخص مسافرت میں فوت ہوجائے۔ کیا جائز ہے کہ اسکی نعش اس کے وطن کو لے جائی جائے یا جہاں فوت ہوا ہے۔ وہیں دفن کیا جائے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب :- میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بلا وجہ منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اسی شہر میں دفن کیا جائے جہاں فوت ہوا ہے۔ ہاں مقامات متبرکہ قبور انبیاء و آئمہ معصومین علیہم السلام کیطرف میت کو خشک ہوجانے کے بعد نقل کرنا مضائقہ نہیں ہے۔ وہو العالم

سوال :- جن مقامات میں متعدی بیماریاں ہیضہ یا طاعون وغیرہ ہوں۔ وہاں سے فرار کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- ہلاکت سے اپنے نفس کو بچانا بنص لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ہر شخص پر واجب ہے امراض متعدیہ ہالکہ ہیضہ اور طاعون سے فرار کرنے اور بچنے کی مثال شیر۔ چیتا۔ سانپ اور بچھو۔ آگ وغیرہ سے فرار کرنے اور بچنے کی سی ہے۔ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے سائل نے پوچھا۔ جس شہر یا گاؤں اور مکان میں طاعون ظاہر ہو وہاں سے فرار کرنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جائز ہے۔ راوی نے عرض کیا میں نے سنا ہے کہ پیغمبر صلعم نے طاعون سے فرار کرنے سے منع کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر صلعم نے ان لوگوں کو منع فرمایا ہے جو مسلمانوں کی سرحدیں دشمنان دین کے مقابل ہوکر طاعون کے بہانہ سے فرار کیا کرتے تھے۔ ان کے سوا دوسروں کو منع نہیں فرمایا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے بھی ایک سائل نے پوچھا کہ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو۔ میں اس سے بیزار رہوں اس لئے کہ وہ معذب ہوا ہے۔ امام نے فرمایا اگر وہ عاصی ہے تو بیزار رہو خواہ طاعون میں مبتلا ہو یا نہ ہو۔ اور اگر مطیع خدا و رسول ہے تو اس کے گناہوں کو طاعون پاک کردیگا۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ طاعون سے اگر ایک قوم کو عذاب کرتا ہے۔ تو دوسری قوم پر رحم فرماتا ہے۔ اور وہ بہت توانا اور قادر ہے۔ وہو العالم۔

نمقہ خادم الشریعۃ المطہرۃ
علی الحائری
(محلہ شیعان موچی دروازہ لاہور)

شذرات

تمام خط و کتابت بنام مدیر الحافظ ہونی چاہیئے۔ بعض مومنین الحافظ کے متعلق خواہ مخواہ حضور قبلہ و کعبہ صدر الشریعہ سرکار علامہ حائری مجتہد العصر دامت برکاتہ کی خدمت میں مزاحم ہوتے ہیں۔ جناب ممدوح دام ظلہ کو کثرت مشاغل شرعیہ سے فرصت کہاں جو ان خطوط کا جواب دے سکیں۔ آئندہ اس معاملہ میں احتیاط کی جائے۔ اور الحافظ کے متعلق تمام خط و کتابت اور ترسیل زر بنام مدیر ہونا چاہیئے۔ جواب کے لئے ملفوف ایک آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔ ورنہ جواب دینے کا ذمہ دار دفتر نہ ہوگا۔ اور شکایت معاف۔

الحافظ

الحافظ کا پہلا نمبر ۲۱۔ مارچ ۲۵ء کو بتقریب نوروز عالم افروز شائع ہوا تھا۔ اس لئے اس کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی اکیس ۲۱ تاریخ مقرر ہے۔ اور اس وقت تک اپنی مقررہ تاریخ پر الحافظ برابر شائع ہو رہا ہے۔ جو حضرات کہ شروع ماہ میں الحافظ نہ پہونچنے کی شکایت لکھتے ہیں۔ وہ تاریخ اشاعت کو نوٹ کر رکھیں۔ تاکہ انہیں وجہ تاخیر دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔

تعلقہ نواب گنج شاہ آباد کے مقدمہ کا فیصلہ

ضلع بہرائچ کے تعلقہ نواب گنج شاہ آباد کی بابت نواب محمد علیخاں صاحب قزلباش اور نواب نثار علیخاں صاحب قزلباش (فرزند اکبر نواب فتح علیخاں صاحب مرحوم) میں داخل خارج کا جو مقدمہ سوا برس سے چل رہا تھا۔ اس کا فیصلہ عدالت ابتدائی مال سے یکم جون کو صادر ہوگیا عدالت نے نواب محمد علیخاں صاحب کے نام پر داخل خارج منظور کیا اور علاقہ کی آمدنی کا جو کئی لاکھ روپیہ تحصیل میں جمع ہے وہ نواب صاحب موصوف کے حوالے کئے جانے کا حکم دیا۔ نواب محمد علیخاں صاحب مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے پچھلے ہفتہ سے لکھنؤ آئے ہوئے تھے۔ اس فیصلہ کی خوشی میں حکیم میرن صاحب کیطرف سے کل (چہارشنبہ) شب کو نواب صاحب موصوف کو ایک

پر لطف ضیافت دی گئی۔ جس میں شہر کے ۴۰۔ ۵۰ معززین موجود تھے۔ (ہمدم لکھنؤ ۲۰ جون ۱۹۲۵ء)

لاہور کی ریاست جاگیر اور وقفیات کے متعلق جو فیصلہ بحق کرنیلائی نواب محمد علیخاں صاحب بہادر دام اقبالہٗ کلکٹر صاحب بہادر لاہور نے کیا تھا۔ نواب زادہ نثار علیخاں صاحب نے کمشنری میں اُس کیخلاف اپیل کر دیا تھا۔ جون ۱۹۲۵ء کو وہ اپیل خارج ہو گیا ہے۔ اور فیصلہ بحق خان بہادر نواب محمد علیخاں صاحب سی۔ ایس۔ آئی دام اقبالہٗ قائم رہا۔

ہم ناظرین الحافظ کیطرف سے سرکار نواب صاحب بہادر کیخدمت میں ریاست بہاولپور اور ریاست لاہور کے دونوں کامیاب فیصلوں پر دلی تہنیت اور مبارکباد عرض کرتے ہیں (حق بحقدار رسید)

جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور

کی طرف سے دو اشتہار معرکتہ الآرا بجواب مخالفین مدافعانہ صورت میں شائع کئے گئے ہیں۔ دونوں اشتہار نہایت کارآمد اور قابل دید ہیں۔ صرف دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر سکرٹری صاحب انجمن مذکور سے ضرور طلب فرمائیں۔ اور لطف اٹھائیں۔

تکفیر اور طلاق کی مشین

۲۴ مئی ۱۹۲۵ء بروز یکشنبہ انجمن حزب الاحناف لاہور کے اجلاس میں چند مولوی صاحبان نے مل کر وہ طوفان بپا کیا کہ کسی مہذب انجمن سے ایسی توقع نہیں کیجا سکتی۔ بیچارے وہابیوں۔ احمدیوں کو مرتد اور کافر قرار دیا۔ ازاں بعد تکفیر و طلاق کی دونوں مشینوں کا رُخ دفتر زمیندار کی طرف منعطف کیا گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ بیچارے مسٹر ظفر علیخاں صاحب ایڈیٹر زمیندار پر دونوں مشینیں وار چلاتی رہیں۔ تکفیر کی مشین نے نہ صرف مسٹر ظفر علی خاں کو ہی تنہا نشانۂ کفر بنایا بلکہ جو شخص اسے مرتد اور کافر نہ مانے اور اس کے اخبار زمیندار کو خریدے یا پڑھے اس کو بھی کافر کہدیا گیا۔ اور اس کی منکوحہ کے نکاح ٹوٹ جانے کا حکم دیا گیا۔ اِدھر طلاق کی مشین نے اُنکی حلیلہ جلیلہ ام المسلمین کو ایک۔ دو۔ تین۔ نہ معلوم کئی سو طلاق دیدئے۔ اور بغیر از عدت اس کو دوسرے شخص سے نکاح کر لینے کا فتویٰ صادر کیا۔

دوسری طرف ایڈیٹر "زمیندار" اور ان کی پارٹی بھی اپنے پیروں۔ مرشدوں اور مولویوں کے تکفیر میں فتویٰ بذریعہ پمفلٹ و اخبار شائع کر رہے ہیں۔ غرض آجتک یہ تکفیر اور طلاق کی مشین

اُن سینوں پر استعمال کیجاتی رہی ہے ۔ جو فرزند رسول الثقلین مظلوم حسین علیہ السلام کے تعزیہ اور ذوالجناح کی زیارت کرتے رہے ہیں ۔ جہاں کسی نے زیارت کی پس فوراً نکاح ٹوٹ گیا اب شین کا پاٹ یوں تبدیل کردیا گیا ہے ۔ کہ جہاں اخبار زمیندار پر نظر پڑ گئی فوراً طلاق واقع ہوگئی ۔ سُنی مولوی صاحبان کو حزب الاحناف انجمن کا ایسی کارآمد شین تکفیر اور طلاق ایجاد کرنے پر فی الواقع رہین منت ہونا چاہئے ۔ سچ ہے اے بادصباح اینہمہ آوردۂ تست ۔

مسٹر گاندھی وغیرہ اہل ہنود کو تو ان مسلمانوں نے بالقوہ نبی اور اپنا امام مہدی مان لیا تھا ۔ اور اس لئے انہیں مسجدوں میں بلایا ۔ منبر رسول علیہ والہ السلام پر چڑھایا ۔ اور ایک چوکے میں ان کے ہمراہ کھانا کھایا ۔ مگر اپنے مسلم لیڈروں ۔ پلیڈروں اور ایڈیٹروں کو مرتد اور کافر ہونیکا حکم دیدیا ۔

جس سے آریوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے ۔ کہ تم دونوں جماعتیں ایکدوسرے کو تکفیر کرکے اب ہمارے ساتھ شامل ہو چکے ہو ۔ لہذا تم میں سے اب کوئی مسلمان تو رہا نہیں ۔ البتہ ان مسلمانوں کا بالقوہ نبی اور امام مہدی اب بقول تمہارے (معاذ اللہ) مسٹر گاندھی موجود ہے ۔ خدا ایسے مسلمانوں کو ہدایت کرے ۔ تاکہ سمجھیں کہ ان کی نفسانیت اور حرکات شنیعہ سے ملت بیضا اور شریعت غرا کو کس قدر نقصان پہونچ رہا ہے ۔ کاش یہ لوگ کافروں کو مسلمان بنانے کی بجائے ۔ مسلمانوں کو کافر کہنے سے تو احتراز کریں ۔ (مدیر)

التقریظات

کفایت الصرف :۔ یہ کتاب اسم بامسمیٰ علم صرف میں کافی ہے ۔ تصنیف فخر الافاضل مولانا الشیخ محمد جواد صاحب الملقب بناصر الاسلام تبتی الطہرانی زاد فضلہ جملہ قواعد علم صرف پر حاوی اور جامع ہے ۔ اسطرح تو علم صرف میں کثرت سے کتابیں لکھی گئیں مگر یہ کتاب اپنی متانت جامعیت اور وضاحت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مفید سہل اور آسان ہے ۔ ہماری رائے میں ہر مبتدی اس کو باقاعدہ پڑھ لینے کے بعد علم صرف میں کامل ہو سکتا ہے ۔ اور اسے کسی دوسری کتاب صرف کی ضرورت نہیں رہتی ہمارے خیال میں تمام عربی مدارس کے کورس میں یہ کتاب داخل کیجانی چاہئے ۔ کتابت ۔ طباعت اور کاغذ بھی قابل تعریف ہے ۔

براوۃ اللغتہ:۔ بھی ممدوح کی قابل قدر تصنیف ہے۔ کفایۃ الصرف سے کسی طرح کم پایہ نہیں رکھتی۔ اگر وہ متعلمین کے لئے بے بدیل ہے۔ تو یہ محصلین کے لئے بے عدیل ہے۔ جس سے مبتدی اور منتہی دونوں مستفید ہو سکتے ہیں۔ یہ دونوں رسالے ایک مجلد میں ہیں۔ اور یکجا مل سکتے ہیں۔ قیمت ہر دو رسالہ غیر مجلد ۴ ؎ اور مجلد شدہ ۸ ؎ ۔

انیستہ النسواں:۔ بھی جناب مولانا ممدوح کی تصنیف ہے۔ اس رسالہ میں دماء ثلثہ یعنی حیض و نفاس و استحاضہ کی مکمل بحث کی ہے۔ اور مسئلہ دماء میں جملہ مشکلات لاینحل کو نہایت وضاحت کیساتھ حل کر دیا ہے۔ اس موضوع میں اس رسالے سے بہتر اس وقت تک کوئی رسالہ ایسا نہیں لکھا گیا۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ قیمت ۳ ؎

ابتدائی ایمانی:۔ مصنفہ جناب آقا محمد رضا صاحب تبتی الطہرانی زاد فضلہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے قاعدہ بغدادی سے نہایت اعلیٰ اور سہل و آسان قاعدہ مرتب کیا۔ جس کے پڑھنے سے بچے بہت جلد حرف شناس ہو کر عبارت پڑھ لینے پر قادر ہو جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ بچوں کی تعلیم کے لئے اس قاعدہ کی اشاعت کی جائے۔ قیمت صرف ۲ ؎ ۔ ان سب کتابوں کے ملنے کا پتہ:۔ مولوی حاجی سید سخاوت حسین صاحب تاجر کتب باغ مکا۔ لکھنؤ۔

اخوان الصفا اردو

نہایت آب و تاب کیساتھ طبع ہو گئی ہے۔ اس میں اگرچہ بظاہر انسان و حیوان کا مناظرہ ہے۔ لیکن باطناً بہت مفید حالات پر حاوی ہے۔ یہ کتاب ایک قصہ یا فسانہ کے پیرایہ میں نہایت درجہ دلچسپ ہے۔ جس میں خالق عالم کی یکتائی اور غیر محدود عظمت و قدرت کا انسانوں اور حیوانوں کے براہین اور دلائل سے اظہار کیا گیا ہے۔ علاوہ انسانوں کے گروہ حیوان میں طوطے کا لیکچر۔ مکھی کا وعظ۔ اور مینڈک کا خطبہ وغیرہ ایسا مہتم بالشان ہے جو صرف دیکھنے سے معلوم ہو گا۔ ہزار داستان کا فصیح و بلیغ بیان جنوں کی زبانی وہ آسمانی حالات جو پردۂ اخفا میں تھے ظاہر ہوتے ہیں۔ غرضیکہ دلچسپی کا ذخیرہ معلومات کا خزانہ اور حالات زمین و آسمان کا ایک عجیب و غریب دریا ہے۔ قیمت بارہ آنہ (۱۲؎) علاوہ محصولڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔ **سید یاور حسین جنرل مرچنٹ اولڈ ٹاؤن سیتاپور**

آزادی و تقیّد

(از جناب سید محمد رضی الرضوی صاحب لاہوری دام مجدہم)

کون ہے جو اِن دونوں لفظوں سے آشنا نہیں۔ اور یہ نہیں جانتا کہ ان دونوں لفظوں کا مفہوم ایک دوسرے کی ضد ہے۔ یعنی جہاں آزادی ہے تقید نہیں۔ اور جہاں تقید ہے آزادی نہیں۔ یعنی یہ دونوں مفہوم ایک وقت ایک جگہ ایک ہی شخص میں جمع نہیں ہو سکتے جیسے روز و شب۔ آب و آتش۔ سرد و گرم۔ ایکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ آزادی لفظاً تو بہت وسیع ہی مگر معناً اس قدر محدود ہے گویا بالکل ہی عنقا۔ اور قید لفظاً بہت محدود ہے مگر معنیً اس قدر وسیع کہ تمام دنیا کا کارخانہ اسی مرکز پر چکر لگا رہا ہے۔ لہذا اسلامی فلسفہ نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ حقیقی آزادی صرف اللہ ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے سوا، ہر کوئی مقید ہے۔ کون انکار کرسکتا ہے کہ ہر ہستی کے لئے پہلی قید تو عدم کی تھی۔ جب اس نے وجود اختیار کیا تو حدوث کی قید۔ جب حادث ہو چکے تو زمانہ یعنی عمر کی قید کہ ایک مقررہ مدت تک اس حد میں ہر چیز مقید۔ پھر مکان کی قید کہ جب تک وجود کسی چیز کا ہے وہ ایک حد معین کے اندر قید رہیگی۔ اس کے بعد موت و فنا کی قید۔ جس سے کسی کو بھی مخلصی حاصل نہیں۔ پھر عجز و نقصان کی قید۔ جو حد مقررہ سے بڑھنے نہیں دیتی۔ ان سب پر قانونِ قدرت کی قید کہ اسکے خلاف کوئی چیز اپنی حد سے تجاوز ہی نہیں کرسکتی۔

پس انسان جو خود کو آزاد خیال کئے ہوئے ہے۔ ان قیود کو اپنے اندر دیکھ لے کہ وہ ایک وقت معدوم تھا۔ پھر پیدا ہوا۔ ایک وقت معین تک کہیں رہیگا۔ اجل آئے گی۔ روانہ ہو جائیگا۔ قوت جسمانی سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا۔ ہر کام میں محتاج ہے۔ یہانتک کہ نقط نانِ جویں کے لئے دانہ بونے سے لقمہ کھانے تک سو عمل یکجا لانے کی احتیاج ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ آزادی کا جو مفہوم سمجھا گیا ہے اس پر غور کرکے کہ آیا واقعی انسان آزاد ہے یا مقید صرف دو ہی جواب ہو سکتے ہیں۔ اول۔ یہ کہ انسان اگر لباس انسانیت میں ہے تو آزاد اگر جامۂ حیوانیت میں ہے تو مقید۔ دوئم۔ اس کے برعکس یعنی اگر جامۂ حیوانیت میں ہے تو آزاد۔ اگر لباس انسانیت میں ہے تو مقید۔

پہلے جواب کی یہ توضیح ہے کہ جامۂ انسانیت مسلمہ طور سے علم باعمل ہے۔ اس جامہ کو

زیب تن کرلیا۔ تو پھر وہ آزادی حاصل ہوگئی جو اصل غرض خلقت انسانی ہے۔ ورنہ جہل کی قید جو عذاب الیم ہے کچھ کرنے نہیں دیتی۔ گو ہاتھ پیر جکڑے ہوئے ہیں۔ اسی کو قید حیوانیت کہتے ہیں۔

دوسرے جواب کی توضیح یہ ہے کہ حیوانات کیلئے تکالیف شرعیہ اور فرائض ذاتیہ مقرر نہیں ہیں۔ وہ تعیش میں آزاد ہیں۔ جہاں چاہیں جائیں۔ اور جہاں چاہیں رہیں۔ دن بھر شکم پروری۔ نفس پرستی۔ حق پوشی اور ناحق کوشی کرنا۔ اور شب کو آرام سے سو رہنا۔ اس سے زیادہ کیا آزادی ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ آزادی نہایت خطرناک اور آفات سے مملو ہے۔ غور کرو اگر آپس میں لڑے ہیں تو کوئی مصلح نہیں۔ مغلوب ہوتے ہیں تو کوئی امان نہیں دیتا۔ اگر مصیبت پڑتی ہے تو کوئی ہمدردی نہیں۔ مریض و بیمار ہوجاتے ہیں تو کوئی تیمار دار نہیں۔ ذرا غفلت کی تو دوسرے جانوروں کا لقمہ ہوگئے۔ شکاری کی نظر پڑگئی تو اس نے شکار کرلیا۔ پھر ان میں نہ عفت نہ حیا۔ نہ شرم نہ لحاظ نہ پاس ننگ و عار۔ کسی معقول پسند انسان کو تو ایسی نامعقول آزادی پسند نہیں ہوسکتی۔ نہ اس لئے وہ پیدا کیا گیا۔ بلکہ وہ تو جامۂ انسانیت کا شائق جسے پہنکر وہ ان سب پر حکومت کرے اور ان کو اپنا خدمت گذار بنائے۔ مگر اس جامہ کے لئے تو بیشمار قیود ہیں۔ مثلاً جب تک عالم طفولیت میں ہے والدین کی تربیت و تادیب کی قید۔ اور عمر بڑھی تو استاد کی تعلیم و تشدد کی قید۔ جب اس سے رہائی ہوئی۔ تو اور بہت سی قیود میں پھنسے۔ عقل کی قید کہ وہ آزادانہ مرغوبات سے روکتی ہے۔ علم کی قید کہ وہ اصول کیخلاف کچھ کرنے ہی نہیں دیتا۔ تکلیف شرعی اور انسانی فرائض کی قید۔ آداب و رسوم دنیوی کی قید۔ اخلاق و عادات کی قید۔ رضامندی زوج و زوجہ کی قید۔ اولاد کی پرورش و پرداخت کی قید۔ انجام دہی خدمات کی قید۔ دوستوں کی رضاجوئی کی قید۔ حاکم وقت کی اطاعت شعاری کی قید۔ اعزا سے خوش سلوکی کی قید۔ والدین کی فرمانبرداری کی قید۔ یہانتک کہ زمانہ شباب انہیں قیود میں ختم ہوگیا۔ (شیب) بڑھاپا آیا تو ایک پیری و صد عیب کی قید میں عمر تمام ہوگئی۔ پھر بھی خلاصی نہ ہوئی کہ قبر کی دائمی محبس میں گرفتار ہوگیا۔ بتاؤ! اس قدر قیود کے بعد بھی تم کسطرح خود کو آزاد کہہ سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔

اب غائر نظر ڈالو؟ کہ ان دونوں جوابوں کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ انسان جامۂ انسانیت میں آزاد بھی ہے اور مقید بھی ہے۔ قید تو یہ ہے کہ مدت العمر فرائض انسانی کو سرگرمی سے

انجام دے۔ اور آزادی یہ ہے کہ قانون الٰہی اور قواعد اخلاقی کی حد میں فارغ البالی سے زندگی بسر کرے۔ اگر اس حد سے تجاوز کیا تو جامہ انسانیت سے عریاں ہو جائیگا۔ اور اگر اس حد کے اندر رہا تو عیش جاودانی حاصل کریگا۔ کیونکہ صراط مستقیم اسی حد کا نام ہے۔ جس کے اختیار کرنے والے خدائی نعمتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اسی راہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ طلبگار منزل حق۔ نماز ہائے پنجگانہ مالکِ حقیقی سے التجا کرتا ہے کہ ہم کو راہ راست پر رہنے کی ہدایت فرما۔ ان لوگوں کی راہ جن تو نے نعمت پہونچائی ہے۔ وہ راہ امام معصوم علیہ السلام کی ہے۔ جو آل محمد ہے۔ دیکھو ینابیع المودۃ مصنفہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی۔ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۱۱ سطر ۱۱۔ الصراط المستقیم الامام ولا تتبعوا السبل یعنے غیر الامام یعنے صراط مستقیم سے مراد امام علیہ السلام ہے۔ امام کے سوا کسی اور راستہ کی پیروی مت کرو۔ یاد رکھو؟ یہی وہ امام ہے قران نے جس کے متعلق گواہی دی ہے وکل شئی احصیناہ فی امام مبین پس یہ امام جس میں ہر شئے کا علم احصا کیا گیا ہے علیؑ سے مہدی علیہم السلام تک بارہ کی تعداد ہیں۔ کما فی فرائد السمطین۔ ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی ص ۴۴ سطر آخر۔ اس بحث کو تفصیل سے کتاب فلسفۃ الاسلام حصہ اول میں قبلہ سرکار علامہ حائری دام ظلہ نے عجب انداز سے لکھا ہے۔ جو قابل دید ہے

بضاعت رسول اور پہلو شکن

(از علامۃ الجناب سید ابو الحسن صاحب نائب جیسہ ار قانون گو تحصیل مڈیاہوں ضلع جونپور)

اے خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کے اقرار کرنیوالو! چشم حقیقت بین سے دیکھو کہ احکم الحاکمین نے صاحب لولاک لما خلقت الافلاک کو کس مرتبہ جلیلہ پر فائز کیا ہے اور کس قدر اختیار عطا فرمایا ہے۔ کہ بڑے بڑے سلاطین وصاحب مملکت کے دبدبہ تزک واحتشام اس بزرگ کے دبدبہ کے مقابلہ میں ذرہ خاک کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔ محض اشرف المخلوقات ہی کے لئے مفترض الطاعت نہیں کئے گئے بلکہ تمام کائنات عالم مطیع ہے۔ شان محمد عربی بہت ہی ارفع ہے۔ آپ کی بارگاہ بارگاہ ایزدی کا ایک نمونہ ہے

ملائکہ مقربین بھی درِ دولت پر پہونچتے ہیں تو مانند غلام کے دم بخود ایستادہ رہتے ہیں۔ اور اول السلام علیکم یا اہل البیت کہتے ہیں۔ اور اذن کے منتظر رہتے ہیں۔ اور داخل خانہ عرش منزلت نہیں ہوتے تاوقتیکہ صاحب خانہ انہیں اجازت نہ دے لے۔ دیکھو آجتک ملک الموت کسی نبی سے بھی داخل مکان ہونے کیلئے اذن کا طالب نہیں ہوا۔ اور حضرت سلیمان سے نبی کو ایک لمحہ کا موقع نہیں دیا کہ وہ بیٹھ جاتے اور کھڑے کھڑے قبض روح کیا۔ لیکن اس گھرانے کی شان ہی جدا ہے۔ رسول کی بیٹی اجازت ملک الموت کو نہیں دیتی اور ملک الموت واپس چلا جاتا ہے اور بدون اجازت جناب سیدہ معصومہ داخل مکان نہیں ہوا۔

خلاق ہر بلند و پستی کے کھینچے ہوئے ضابطہ پر غور کرو گے تو دیکھو گے کہ وہ کہیں اپنے حبیب کے لئے حکم دیتا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الخ "طاعت کرو ہمارے اور طاعت کرو ہمارے رسول کی" اس کی طاعت میں میری طاعت ہے۔ کبھی یہ اعلان فرماتا ہے کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ اے دنیا والو ہمارا رسول جو کچھ کہتا ہے وہ میرے حکم سے کہتا ہے۔ بعد اعلان کے اپنے حبیب کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ اے رسول " قل فاتبعونی یحببکم اللہ ورسولہ تم کہدو کہ میری پیروی کرو اگر چاہتے ہو کہ خدا تمہیں دوست رکھے۔ اور جب ایذا دینے والوں کیطرف نظر عتاب ہوتی ہے تو غضب میں آکر کہتا ہے یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ خدا اور اس کے رسول کو ایذا دینے والوں پر دنیا و آخرت کی لعنت ہو۔ پس کہنا پڑتا ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے کہ جو رسول مقبول کو قولاً یا فعلاً اذیت پہونچاتے تھے۔ گو اہل دنیا پر خوب روشن ہے کہ حکم رسول حکم خدا۔ قول رسول قول خدا۔ فعل رسول بحکم خدا ہے۔ اور کہنے کے لئے تو کہہ ڈالتے ہیں کہ معاذ اللہ " حکم رسول اور مخالفت " اجی ہماری جانیں حضرت کے حکم پر قربان " لیکن حقیقت میں ایسے مدعیوں نے جان تو جان ایمان کو بھی رسول کے پیچھے قربان کر دیا۔

ناظرین یاد رکھیں کہ سب سے بڑی ایمانی قربان گاہ سقیفہ میں تھی کہ جہاں نہ تو کارد تھی نہ تلوار نہ نیزہ لیکن لوگوں نے ایمان کا اس طرح خون بہایا کہ زمانہ آجتک خونی اشک بہاتا ہے۔ اور اس وقت تک بہاتا رہیگا جب تک کہ منتقم حقیقی ان سے انتقام نہ لے لے۔ خون تو ظاہر میں پوشیدہ کیا گیا تھا لیکن یہ چھپا نہیں۔ آخر کار میدان کربلا میں ظاہر ہی ہو گیا۔ ؎

کرد شخصے سوال از دانا۔ گو کشتہ شد حسین کجا
گفت اندر سقیفہ اش کشتند بنہ بنیا وجیفہ اش کشتند

غرضیکہ جو کچھ ہمیں رسول حکم دیں اسے بے چون و چرا تعمیل کرنا ہم اپنا فرض سمجھیں اس لئے کہ وہ

الفاظ۔ الفاظ کلام مبین سے کم نہیں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ مانند جناب عمر معاذ اللہ حکم رسول کا منسوب بہ ہذیان کرے (دیکھو صحیح بخاری شرح نہج البلاغۃ) یا یہ کہ اپنی طرف سے ایک من گھڑت بنا کر کہے کہ رسول خدا نے فلاں بات فرمائی ہے۔ اجی رسولِ خدا نے تو تمہیں ایک ایسی معیار عطا فرمائی ہے کہ جس سے تم خود ہی پرکھ سکتے ہو کہ فلاں قول۔ قول رسول ہے۔ اور فلاں قول غیر رسول کا ہے۔ دوبارہ سنلو اگر یاد نہ ہو" جو قول میرا قول خدا سے منطبق و متفق ہو وہ میرا ہے ورنہ کسی غیر کا ہے اور یہ قول رسول بھی۔ بمفاد ایتہ وما ینطق الخ۔ بحکم خدا ہے۔ پس حضرت کی صادق القولی کے ثبوت کیلئے غالباً اتنا بہت کافی ہے۔ اور جھوٹوں کے لئے ناکافی۔ اور وہ محض اس لئے کہ دل ان کے بغض و حسد۔ کینہ و عناد تعصب سے بھرے ہوئے اور ناحق کے لئے خدا اور رسول کی دشمنی اور آزردگی کا باعث ہو رہے ہیں۔ خصوصاً اہلبیت محمدؐ سے تو ایسا جلتے ہیں کہ نام ان کا سنا اور پھنک اٹھے۔ انہیں اس قہار و جبار کا بھی ڈر نہیں کہ جس نے انہیں اہلبیت کی مودت و محبت کو اجر تبلیغ رسالت قرار دیا۔ (دیکھو کلام مجید قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ) رسول خدا نے بحکم خدا امت سے اجر طلب فرمایا اور دینے والوں نے دیکر سبکدوشی حاصل کی۔ ہاں چند نفر ایسے بھی نکلے جنہوں نے ایک دوسرے پہلو سے اجر دیا۔ خدا انہیں اس اجر کا اجر عطا فرمائے۔ پہلے سب سے قریب ترین قرابت دار کے ساتھ سلوک مودتانہ و محبتانہ برتنا شروع کیا اور پھر یکے بعد دیگرے سب کے ساتھ ایک درجہ بڑھکر محبت کی۔ سب سے زیادہ قرابت دار سیدہ معصومہ تھیں کہ جن کو رسول پارہ جگر کہا کرتے تھے۔ اور جس کے لئے امت سے یہ بھی کہدیا تھا کہ دیکھو فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَقَدْ کَفَرَ۔ فاطمہ میری جگر پارہ ہے جس نے اس کو ایذا دیا اس نے مجھے ایذا دیا اس نے خدا کو ایذا دیا۔ اور جس نے خدا کو ایذا دیا وہ کافر ہے۔ دیکھئے قولِ خدا سے کلام حضرت کا کس قدر متفق و منطبق ہے (دیکھو یُؤذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الخ) امت نے سنا اور رسول کی زبان مبارک سے سنا۔ لیکن افسوس کہ ادھر رسول نے آنکھیں بند کیں ادھر سیدہ پر کوہ الم ٹوٹا۔ اور معصومہ پر ستم ڈھایا جانے لگا۔ ستم کرنے والے بھی کوئی غیر نہ تھے۔ صحابی رسول تھے۔ خلیفہ رسول گردانے گئے تھے۔ گو نام کے لئے خلیفہ تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بقول خود حضرت لفہ (جس میں خیر کی بو نہ ہو) تھے۔ پہلے رسول زادی کو بے پدری کا جو خلافت کی طرف سے پرسا دیا گیا۔ وہ اس امر پر مشتمل تھا کہ خلیفہ گر حضرت عمر صاحب آگ اور لکڑی لے کر خانۂ عرش منزلت پر

بقصد احراق گئے۔ اور ہانک پکار کر کہدیا کہ ہم اس گھر کو معہ حسنینؑ وعلیؑ پھونک دینگے۔

اے محمدیو! کیا نواسہ رسول یا برادر رسول یا دختر رسول جس کے دست مبارک و پیشانی اطہر گلوئے پاک وسینہ مطہر اکثر رسول نے چومے ہوں اس لائق تھے کہ جلا دئے جاویں کیا آگ اور لکڑی لے جانیوالے کو چادر رسول۔ بستر رسول۔ مسند رسول۔ جامۂ رسول۔ لحم رسول نفس رسول۔ بضاعت رسول کے جل جانیکا خیال نہ پیدا ہوا ہوگا۔ یقیناً تھا اور پورا قصد تھا۔ لیکن آگ نہ نکلی کہ ان پر حرام تھی۔ سیدہ تو خود ہی دوسروں کو آتش جہنم سے آزاد کرانیوالی ہیں فاطمہ تو اسی بنا پر خدا نے نام رکھا تھا۔ لیکن اسی پر اکتفا نہیں کی گئی تھی بلکہ اس درجہ کی ایذا پہونچائی گئی کہ جس کے خیال پر رونگٹے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ جناب عمر نے رسول زادی کو ضرب تازیانہ لگایا اور ضرب بھی نہایت کاری اور لگایا بھی تو پہلو پر۔ اور پہلو بھی وہ پہلو جسمیں محسن معصوم کا حمل تھا۔ اس ضرب نے صدمہ ایسا پہونچایا کہ فرش عزا پر سیدہ ۷۵ روز سے زیادہ نہ رونے پائیں۔ (دیکھو شہرستانی کی ملل ونحل۔ ابن عبدربہ کی کتاب العقد۔ امام ذہبی کی میزان الاعتدال) اصل عبارت ملل ونحل کی یہ ہے۔ "ان عمر ضرب بطن فاطمہ یوم البیعۃ حتی القت المحسن من بطنھا"

حضرات سادات عظام سنی المذہب جنہیں فاطمی ہونیکا دعویٰ ہے۔ اپنی جدہ ماجدہ کا سبب وفات ضرور ملاحظہ فرماویں۔ غرض اس طرح پہلوشکن نے بضاعت رسول کا خاتمہ کر دیا۔ پس اہل انصاف مذکورہ بالا اقوال خدا و رسول پر نظر کرتے ہوئے مجھے بتلادیں کہ اس طریقہ سے سیدہ معصومہ کو اذیت پہونچانے والا قابل بیعت و یاری ہے یا لائق لعنت و بیزاری۔ فقط

فلسفۂ دعا

(از صدر الشریعہ حجۃ الاسلام سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد العظام برکاتہٗ)

زمانہ کا بھی عجیب حال ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ خدا میری دعا پوری کر دے۔ میں اسکا حکم مانوں خواہ نہ مانوں۔ گویا ایسے لوگ خدا کو بھی اپنا محکوم اور تابع بنانا چاہتے ہیں۔ پھر اگر ایسے لفنگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ تو وہ دعا سے بیزار بعد خدا سے بھی بے اعتبار ہو جاتے ہیں۔ فانھم قد ضلوا واضلوا۔ اصل بات یہ ہے کہ عقل کی رو سے دعا کرنا۔ اور اس کے قبول یا عدم قبول

میں چون وچرا کرنا فضول ہے۔ فلسفی عقل تو یہی کہتی ہے۔ کہ وہ (خدا) نہ جسکی آنکھ۔ نہ جسکا کان معاذ اللہ اس سے دعا مانگنی ہی عبث اور بے فائدہ ہے۔ ہاں ہماری عقل اگر خدا کو سمیع اور بصیر تسلیم کرے اور اس کو منتقم حقیقی سمجھے اور پھر جو شرائط عقلیہ خدا نے دعا کے قبول ہونے کے لئے بذریعہ پیغمبر اسلام علیہ والہ السلام ہمکو تعلیم دئے ان سبکو ملحوظ رکھکر ہم دعا کریں اور قبول نہ ہو تو اس وقت اسلام پر ضرور یہ اعتراض قائم ہو سکتا ہے۔

زندیق نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسا ہی سوال کیا تھا کہ کیوں جناب۔ آپ فرماتے ہیں خدا نے بندوں کو حکم دیا ہے ادعونی استجیب لکم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ مضطر آدمی کیسے الحاح اور زاری اور کمال بے قراری سے دعا مانگتا ہے۔ مگر خدا قبول ہی نہیں کرتا یہ کیسی وعدہ خلافی ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ وائے ہو تجھ پر کوئی بشر ایسا نہیں ہے۔ جو خدا سے دعا مانگے اور قبول نہ ہو۔ (مگر دعا کا قابل قبول ہونا بھی تو شرط ہے) یاد رکھ کہ ظالم کی دعا جب تک کہ وہ اپنے ظلم سے توبہ نہ کرے ہمیشہ مردود ہوگی۔ دیکھو زید ظالم ہے جس نے خالد سے کچھ چھین لیا۔ اب بکر نے زید سے چھینا لہذا زید کی دعا اس چھنی ہوئی (مغصوب) شئے کے متعلق اگر خدا قبول کرلے تو گویا اسکے ظلم کو خدا نے پسند کیا۔ لہذا اسکی دعا قبول ہونے کی قابلیت ہی نہیں رکھتی۔ بلکہ جس امر میں یہ مظلوم بھی ہے اسکی نسبت بھی اسکی دعا مردود ہے۔ جب تک ظلم سے توبہ نہ کرے۔ اور جو شخص فی الواقع کسی حق سے محروم کیا گیا ہے وہ مظلوم ہے جسوقت وہ دعا کریگا ضرور مقبول ہوگی۔

مشکل یہ ہے کہ دعا کرنے والا تو یہی چاہتا ہے کہ جس امر کی طلبگاری کی۔ خدا وہی سائل کو دیدے۔ یہ خیال ان کا غلط ہے۔ کیونکہ بعض اوقات اس شئے مطلوب کا دینا سائل کیواسطے ہزار طرح کی ایذائیں پہونچاتا ہے۔ جنکا وہم وگمان بھی سائل کو نہیں ہوتا۔ لیکن خدا کے علم میں ہے۔ لہذا کوئی بلا ناگہانی جو اس پر آنے والی تھی اس دعا کی برکت سے ٹل جاتی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو ثواب ابدی اس دعا کے عوض میں خدا اس کو عطا کرتا ہے۔ جو کہ شئے مطلوب سے ہزار درجہ افضل اور اعلیٰ ہے۔ اور یہ بھی اس وقت ہو سکتا ہے کہ جس شئے کی دعا سائل نے کی ہے اسکا ملنا اسکے حق میں مفید نہ ہو۔

کبھی کوئی شخص کسی کے ہلاک کرنے کی دعا کرتا ہے اور یہ دعا پیش از وقت ہوتی ہے

لہذا وہ دعا بھی قبول ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی۔ کبھی پانی برسنے کی دعا ایسے وقت مانگی جاتی ہے۔ اگر اسوقت پانی برسے تو زراعت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔ ان تدبیرات اور مصالح کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ بکثرت ایسے اسباب ہیں جن کے سبب سے قبول دعا میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔

بہرحال جب یہ ثابت ہوا کہ ہر دعا ہر وقت قابل اجابت نہیں ہوسکتی۔ تمادی عارض ہو یا کوئی اور وجہ۔ پھر ایسی ناقابل قبولیت دعا ہی کیوں مانگی جائے۔ مثلاً اگر کوئی یہ دعا مانگے کہ مجھے خدا بنا دیا جائے تو قبول نہ ہونے پر یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ خدا نے دعا قبول کرنیکا وعدہ وفا نہیں کیا۔

پھر اگر دعا قابل سماعت و اجابت ہو بھی۔ تو ایمان۔ اعمال صالحہ۔ محتاجین کو صدقہ دینا۔ دعا مانگتے وقت خدا کو اس کے اسماء حسنیٰ سے یاد کرنا۔ اور کمال اضطرار قلب کا اسوقت موجود ہونا۔ قبولیت و اجابت دعا کی شرط قرار دی گئی ہے۔ اس کے بعد اس میں اگر کسی دوسری قسم کا فساد و نظام میں اندیشہ ہو تو دعا کی اجابت کسی زمانہ تک خدا روک دیتا ہے۔

کبھی طرز طلب دعا اور اسکے الفاظ ہی ایسے خراب ہوتے ہیں جس سے اس دعا میں قابلیت اجابت نہیں ہوتی یا برعکس ہو جاتی ہے۔ دعا ایسے بدسلیقے سے مانگی جاتی ہے کہ اس کا سُننا بھی خدا کو ناگوار ہوتا ہے۔ غلط سلط الفاظ جو اپنی مراد کو ہی پلٹ دیں۔ اگر یہ دعا قبول بھی ہو تو الٹا اثر پڑے۔ چنانچہ بعض اوقات ایسا ہوتا بھی ہے۔

کبھی دعا مانگنے سے غرض اپنا حق ملنا نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی کو ایذا پہونچانی بلا وجہ ہوتی ہی مثلاً خدا زید کو ہلاک کردے۔ محتاج کردے۔ ذلیل کردے۔ مجھے کچھ ملے یا نہ ملے۔ بلکہ بعض نادان تو ایسی جہالت سے کہتے ہیں۔ کہ زید کو ایذا پہونچے اگرچہ میں بھی ہلاک ہو جاؤں۔ فرمایئے ایسی دعائیں کیسے مستجاب ہوں۔

کسی ایرانی صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ وہ جہاز پر سوار تھے۔ اتفاقاً وہ جہاز طوفانی ہوا لوگوں نے اپنے اپنے پیشواؤں کا نام لے کر فریاد کرنا شروع کیا۔ شیعوں نے کہا یا علی اور کہنی ہم کو بچائیو۔ تند مزاج ایرانی تو انگاروں پر لوٹ رہا تھا کہنے لگا "یا علی غرق کن ایشاں را منہم بجہنم سیاہ" یعنی یہ سب ڈوب کر مرجائیں میں بھی ان کے ساتھ جہنم میں جاؤں۔ اب فرمائیے ان متضاد دعاؤں میں سے کس کی دعا قبول ہوتی۔ اور کس کی رد ہوتی۔ کریم کارساز اور رحیم نکتہ نواز نے تو

جہاز کو بچا لیا۔ وہ تند مزاج ایرانی اب تو خدا سے بھی لڑنے لگا۔ کہ ہم تو ایسے خدا ہی کو نہیں مانتے چلو چھٹی ہوئی۔ بالخیر و شما بسلامت۔

ہمیشہ یاد رکھو دعا نیک نیتی سے ہونی چاہئے۔ جو خلاف شرع نہ ہو۔ اور دعا کا مقصود کسی کو نقصان پہونچانا نہ ہو۔ ورنہ جو ضمائر کا واقف ہے وہ تمہاری ایسی دعاؤں کو قبول نہیں کریگا دعا کرنے کیوقت خدا کو اس کے اسماء حسنیٰ سے یاد کرو۔ کہ دعاؤں کے مستجاب ہونے کے لئے ان میں ایک خاص قسم کی کشش اور اثر ہوتا ہے اس لئے حکم ہوا ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ اور دعا کرنے کے وقت داعی کے قلب میں کمال اضطراب ہو۔ کیونکہ اضطراری حالت میں استجابت و قبولیت دعا کے لئے خاص اثر ہوتا ہے۔ جب اضطرار نہ ہو تو دعا بھی صمیم قلب سے نہیں اٹھتی اس لئے وہ شرف قبولیت کا درجہ بھی حاصل نہیں کرتی۔ قران مجید میں ہے۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (ن۲۰ ع۱) بھلا کون ہے کہ جب کوئی شخص (بے قرار ہوکر) اس سے فریاد کرے وہ اس بے قرار کی فریاد کو پہونچے اور (اسکی) مصیبت کو ٹال دے۔

نادر شاہ کی یہ حکایت مشہور ہے کہ وہ جب غریب الغربا امام ضامن ثامن رضا علیہ السلام کی زیارت کو مشرف ہوا تو صحن مقدس میں نابینا کی جماعت کثیر کو دیکھا۔ نادر نے ان سے پوچھا تم یہاں کیوں جمع ہو۔ کہا کہ برسوں دعا کرتے گذر گئے مگر شفا نہیں ہوئی۔ لہذا بیٹھے حضرت کے لنگر کی روٹیاں کھا رہے ہیں۔ نادر نے خفا ہوکر کہا "قرمساقہا تا از زیارت باب الحوائج مراجعت کنم اگر بینا نہ شدہ باشید ہمہ شمارا تہ تیغ خواہم کرد" نادر تو یہ کہکر حرم محترم میں داخل ہوئے ادھر اندھوں کو اس حکم نادری سے سخت اضطراب اور اضطرار پیدا ہوا۔ بے اختیار روئے اور دعا کی۔ آنسو گیا ہے کہ مرض کافور ہوگئی۔ اور آنکھیں بالکل روشن ہوگئیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ایسے امور کے لئے تصفیہ قلوب و تزکیہ نفوس کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جس کے سوا داعی کی دعامیں اجابت کی قابلیت پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ قران مجید کو کسی مریض پر بسم اللہ سے والناس تک پڑھکر پھونک دو کبھی شفا نہ ہوگی۔ اس لئے نہیں کہ قران پاک میں اثر نہیں رہا۔ بلکہ اس قاری قرآن کا دل معصیتوں کی وجہ سے سیاہ ہوچکا ہے اس لئے اس کی زبان میں اب اثر باقی نہیں رہا ہے۔

افسوس ہے کہ انسان اپنے خبث باطن کی طرف تو غور کرتا نہیں جس سے اس کی

ہر قسم کی قابلیت زائل ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بجائے اس کے کہ وہ اپنے نفس کی مذمت و ملامت کرے۔ جھٹ خدا پر اور قران پاک پر اعتراض کرنا شروع کر دیتا ہی۔

ہاں بعد از پیغمبر اسلام علیہ و الہ السلام ائمہ اہل البیت علیہم السلام میں سے کوئی معصوم اور پاک نفس قرآن میں سے ایک حرف پڑھکر اگر کسی پہاڑ کی چوٹی یا سمندر کی سطح پر پھونک دے تو آپ دیکھ لیں گے کس طرح سمندر کو منجمد ہو جائیگا۔ اور پہاڑ پانی کی طرح موجیں مارتے ہوئے بہ نکلیں گے۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ پس جس ناپاک دل میں کہ خدا کا خوف اور اس کی خشیت ہی نہیں ہے۔ اس کی دعا میں خاک قابلیت استجابت ہوگی۔ پس ضرورت ہے کہ خدا سے تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرو تب استجابت دعا کی تم میں بھی قابلیت پیدا ہو سکے گی۔ اور تمہاری تمام مشروعہ دعائیں ضرور قبول ہوا کریں گی۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔ قبول نہ ہو تو میں ذمہ دار۔ فالیہ ترجع الاھور وھو یتولی الصالحین

حفظِ صحت

معدہ اور درازی عمر

(گذشتہ سے پیوستہ)

صحبت حاضرہ میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ عمدہ ہضم کے لئے مضبوط دانت بھی بہت ضروری ہیں۔ اور فی نفسہ درازی عمر کے لئے دانت ایک نعمت خداوندی اور عطیہ ایزدی ہیں۔ جو لوگ اپنی سوء تدبیروں کے باعث ابتدار عمر میں دانت جیسی ضروری چیز کو کھو بیٹھتے ہیں۔ وہ گویا زندہ در گور کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ مضبوط دانت غذا کے ہضم کرنے میں بہت کچھ مدد دیتے ہیں اور جسم کے لئے بدل ما یتحلل کی کافی مقدار مہیا کرتے ہیں اگر ہم دانتوں کا کام امعار سے لینے لگے تو نتیجہ ظاہر ہے۔ پس دانتوں کی صفائی۔ مضبوطی اور استحکام کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہئے

قدرت نے بنی نوع انسان کے معدے کو اس لئے نہیں بنایا کہ ہر آن غذا سے بھرپور اور ہر لحظہ اپنا کام کرتا رہے۔ اگر قدرت کو یہی بات منظور ہوتی تو حیوانات اور انسانوں میں چنداں فرق

نہ تھا۔ اورانسان کو اشرف المخلوقات کے معزز خطاب سے ممتاز نہ کیا جاتا۔ اس جگہ ہمیں ایک لطیفہ یاد آیا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی معیت میں دستر خوان پر ایرانی۔ عجمی۔ ہندی یونانی چار طبیب حاضر تھے۔ خلیفہ نے ایرانی طبیب کی طرف مخاطب ہوکر پوچھا کہ وہ کونسی ایسی تدبیر ہے۔ جو مرض کو پاس نہیں آنے دیتی۔ ایرانی طبیب نے عرض کیا کہ کھانا کھانے کے بعد تھوڑے سے گرم پانی کا استعمال امراض کو روکتا ہے۔ دوسرے طبیبوں نے اس کی تردید کردی اور کہا کہ خلیفہ صاحب گرم پانی معدہ کو ڈھیلا کرتا ہے۔ جس سے بدہضمی کا عارضہ ہوجاتا ہے۔ طبیب عجمی سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ کھانے کے بعد مربائے ہلیلہ کا استعمال بہت موزوں ہے۔ حکماء حذاق نے اس کی بھی تردید کردی۔ اور کہا کہ ایسے وقت میں مربائے ہلیلہ کا استعمال اسہال کبدی پیدا کرتا ہے۔ جب یونانی طبیب سے استفسار کیا۔ اس نے کہا کہ کھانے کے درمیان اور کھانا کھانے کے فوراً بعد سرد پانی پینا سخت ممنوع ہے۔ حاذقین نے اس کی بھی تردید کی اور کہا کہ پانی نہ پینے کی قید صفراوی مزاج کے لئے سخت مضر اور باعث ہلاکت ہے۔

خلیفہ صاحب جب ہندی طبیب کی طرف مخاطب ہوئے۔ تو اس نے کہا کہ کھانا کھاتے کھاتے جب دو تین نوالوں کی اشتہا باقی ہو فوراً دستر خوان سے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ ان طبیبوں کے سب حضار نے اس کی تائید کی۔ خلیفہ نے بہت انعام واکرام عطا فرما کر اسے رخصت کیا۔

پس جو لوگ نادانستہ طریق سے معدہ پر غذا کا زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں۔ وہ قانون قدرت کے سراسر خلاف کرتے اور متعدد امراض کو خود مول لیتے ہیں۔

اہل ہند نے دو وقت کے کھانیکا جو طریق ہزاروں برس کے تجربہ کے بعد مقرر کیا ہے۔ اس سے بہتر طریقہ ارض ہند کے لئے کوئی موزوں نہیں ہوسکتا۔ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ ایک وقت تمام غذا ہضم کرنے کے بعد معدے کو چند گھنٹوں کا آرام ملے اور دوسرے وقت کا کھانا ہضم کرنے کے لئے وہ بالکل تازہ دم ہوجائے۔ اوقات مذکورہ کے درمیان میں اگر کوئی چیز یا غذا ضرورتاً یا شوقیہ کھانے کا اتفاق ہو تو وہ ایسی ہونی چاہئیے جو جلد ہضم ہوسکے۔ اور معدہ دوسرے وقت کے آنے تک کچھ آرام بھی کرلے۔ انسان جس قسم کی غذا معدہ میں پہونچاتا ہے اسی قسم کا جسمانی اور روحانی فائدہ اس سے حاصل کرتا ہے۔ پس جہاں خوراک کی کمیت قابل لحاظ ہے وہاں کیفیت بھی کچھ کم ضرورت نہیں رکھتی۔ ایک شخص کا مقولہ ہمیں بہت پسند آیا ہے جو کہا کرتا ہے

کہ کسی شخص کا چلن اور رویہ اس کی خوراک پر منحصر ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی غذا کس قدر سوچ سمجھ کر کھانی چاہئے۔ نپولین بوناپارٹ جو سرزمین فرنگ کا ایک مشہور سپہ سالار تھا۔ کہا کرتا تھا کہ غذا کی خرابی اور معدے کے فتور نے مجھے ایک جنگ میں شکست دلوائی۔ اگر ہم دانستہ یا غیر دانستہ کوئی غذا کھائیں جو معدے میں فتور اور ہضم میں خرابی پیدا کرے تو سمجھ لیجئے کہ معدے کے اعصاب جھٹ اس کی خبر دماغ کو پہونچائیں گے۔ جو اس سے متاثر ہو کر کسی قدر خراب ہو جائیگا۔ طبیعت میں فرحت اور خوشی کی جگہ چڑچڑاپن آ جائیگا۔ اور شاید اس حالت میں ہم کوئی ایسی حرکت کر گذرینگے۔ جو دوسرے اوقات میں ہمارے لئے باعث ندامت ہوگی۔ یقین ہے کہ یہ خرابی جگر کو بھی تباہ کر دے۔ جس سے بدمزاجی۔ کم فہمی۔ تعصب۔ خود غرضی۔ بخل وغیرہ عوارضات پیدا ہو جائیں گے۔ جو کہ ہماری زندگی کا ایک گونہ ستیاناس کر دینگے۔

نتیجہ

اگر آپ اپنی باقی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں۔ یا آئندہ آنے والے امراض کے دستبرد سے بچنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی صحت جسمانی اور قوائے روحانی کی کچھ قدر ہے تو اشتہار صادق کے وقت کھانا کھاؤ۔ ابھی کچھ بھوک باقی ہو تو ہاتھ دسترخوان سے فوراً کھینچ لو۔ ہمیشہ غذا لطیف مزیدار اور زود ہضم استعمال کرو۔ دانتوں کو ہمیشہ اور ہر وقت صاف رکھو۔ کھانا کھانے کے بعد پانی سے کلی کرو۔ روزانہ مسواک استعمال کرو۔ ان تدابیر سے آپ کی جسمانی حالت ہمیشہ رو بصحت رہے گی۔ اور تقریباً کوئی مرض آپ کے نزدیک پھٹکنے نہ پائے گی۔

گر نیاید بگوش رغبت کس !!! ✤ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(خیر کیش مدیر)

الحافظ۔

مدرسۃ الحفاظ کا علمی اور مذہبی رسالہ ہے۔ اس میں اس کے مقاصد کے مطابق علمی اور مذہبی مفید مدلل مضامین اندراج کیلئے آنے چاہئیں ایسی قصہ کہانی یا کوئی ایسا مضمون جسمیں کسیکا شکوہ و شکایت یا کسی پر ذاتی حملہ کیا گیا ہو شائع نہیں ہوسکتا۔ مضامین حتی الامکان مختصر او مفید عام ہونے چاہئیں۔

(منیجر)

زائرین مشہد مقدس متوجہ ہوں

(از عالیجناب حاجی سید علی نواب صاحب رئیس اعظم مظفر پور صوبہ بہار و اڑیسہ)

مین مع عیال و ملازمین مشہد مقدس کی جانب بہ نیت زیارت روانہ ہو رہا ہوں۔ قیام کوئٹہ کے دوران میں مجھے آرام و آسائش بہم پہونچانے اور میرے لئے ہر قسم کا انتظام کرنے میں مسلم شیعہ الیسوسی ایشن نے بہت محنت اور کوشش کی۔ اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ جس کے لئے مین الیسوسی ایشن کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ اور تمام ان اصحاب کیخدمت میں جن کا ارادہ براہ کوئٹہ مشہد مقدس کی زیارت سے مشرف ہونیکا ہو۔ تاکیداً عرض ہے کہ وہ الیسوسی ایشن ہذا کی خدمات سے ضرور استفادہ اٹھائیں۔ اپنے اپنے مقامات سے روانگی سے کچھ روز پیشتر ینگ مسلم شیعہ الیسوسی ایشن کے سیکرٹری صاحب کو کوئٹہ میں پہونچنے کی تاریخ اور اپنی ضروریات سے مطلع کر دیوین۔ ہر شخص کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق الیسوسی ایشن انتظام کر سکتی ہے۔ اور الیسوسی ایشن کے نوجوان ممبروں سے مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ہر زوار کی خدمت اسی سرگرمی اور جانفشانی سے کرینگے۔ جس طرح انہوں نے میری خدمت کی۔ جس کی اللہ تعالیٰ اور پنجتن پاک اور آئمہ معصومین ان کو جزائے خیر دے۔

ہلال غم اور محرم فنڈ

(از جناب آغا سید حسین صاحب رضوی جنرل سکرٹری پنجاب شیعہ مشن لاہور دام مجدہٗ)

اسلام کی وجاہت و عظمت۔ شجاعت و بسالت قائم کرنے والی پاک ہستیاں کون ہیں جنہوں نے اپنے پاک خون سے دین اسلام کی بنیاد کو سینچا۔ تیار کیا۔ اور مستحکم کیا۔ وہ نفوس مطہرہ جن کے متعلق خود کلام خدا قسمیہ گواہی دے رہا ہے۔ ان میں سے صرف ایک بزرگوار کی اسلام نوازی مختصراً اشارۃً عرض کئے دیتا ہوں۔ تفصیلی صورت میں قلم و قرطاس کافی نہیں۔ کاشکہ ہم جو اُن کے نام لیوا ہیں۔ مسئلہ تقلید پر عملی رنگ میں عامل ہوتے۔ مگر پھر بھی مجھے اعتماد و امید ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ حسینؑ کون حسینؑ۔ وہ حسینؑ جنکا فرش راحت رسول اللہ کا سینہ بے کینہ تھا۔ وہ حسینؑ جن کے ماتم کا داغ عاصیوں کے تاریک قالب کا چراغ ہے

وہ حسینؑ جن کی مقدس زندگی کی آخری ساعتیں ہزاروں مصائب کے باوجود سجدۂ الٰہی میں شکریہ ادا کرتے کرتے کٹ گئیں۔ وہ حسینؑ جنہوں نے محض اعلائے کلمۃ الحق کے لئے تیروں کی جگر خراش بھوک پیاس کا صدمہ اُٹھا کر نینوا کی جھلستی ہوئی زمین پر اپنا خون بہایا۔ وہ حسینؑ جنہوں نے بقائے اسلام کی غرضِ اصلی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نہ فقط اپنی جان دینی گوارہ کی۔ بلکہ اپنے جگر گوشوں اور احباب و انصار کو سرفروشی کے لئے میدان میں بھیجدیا۔ آلِ عبا کی دربدری۔ مخدرات عصمت و طہارت کی اسیری۔ بیمار فرزند کی آبلہ پائی و پیادہ روی۔ سب کچھ سہا کئے۔ اور مُنہ سے اُف نہ کی۔ کیوں اور کس لئے؟ بدیں وجہ۔ کہ مذہب تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے۔ ذرا غور کیجئے۔ جس محسنِ اسلام نے ہزاروں قسم کی قربانیاں صرف ہمارے فائدہ کے لئے اپنے نفسِ پاک پر منظور فرمائیں۔ کیا اس بزرگوار ہستی کا حق نہیں کہ ہم ان کے اصول اور مدعا کی تبلیغ کریں۔ جبکہ مخالفین غلط بیانی سے کام لیویں۔ یقیناً ان کے مشن کی اشاعت میں جدوجہد کرنا فرض منصبی ہے۔ اب دیکھنا ہے۔ کہ کن کن طریقوں سے اس کو عملی رنگ میں پورا کر سکتے ہیں۔

واقعات روز روشن کی طرح آشکارہ ہیں۔ پنجاب شیعہ مشن لاہور نے آجتک تقریری و تحریری ذرائع سے تبلیغ مذہب حق کے فرائض ادا کئے ہیں۔ کئی سالوں سے محرم الحرام میں مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں۔ الذبیح۔ المذبوح۔ القتیل۔ المقتول۔ الشہید۔ العزا۔ العطشان فتاوی حائری کی سہ جلدیں و رسائل جدیدہ مشتمل بر دلائل عدیدہ لکھے اور ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کئے جسکا اثر بے حد مفید ثابت ہوا۔ عام و خاص طبقہ میں سابقہ رسائل کی مانگ اور آئندہ رسالہ کی انتظار۔ انتظار یار کی مانند ہو رہی ہے۔ سنین ماضیہ کی طرح اس مرتبہ بھی ایک خاص رسالہ لکھا گیا ہے۔ جس میں متانت و سنجیدگی سے ان تمام اعتراضات مخالفین کا جواب جو شہادت و ضریح کے متعلق کئے جا رہے ہیں۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے دئے گئے ہیں۔ یہ پنجاب شیعہ مشن کا سلسلۂ محرم کا رسالہ ہوگا۔ کاشکہ نام لیوا حسینؑ۔ اپنے آقائے نامدار کے محرم فنڈ میں مددگار و معاون عملی رنگ میں ہوں۔ تو ہم اس سے زیادہ تبلیغی کام کرنے کے قابل ہو سکیں۔

اب ان افراد ملت سے جو اپنی زندگی کا اس اصول کو جزو لاینفک خیال کرتے ہیں۔ یہ عاجزانہ اپیل پیش کر رہا ہوں۔ کہ عملی رنگ میں میدان عمل میں آویں۔ تاکہ اس اسلام نواز کی خدمات کو قرآن مجید و فرقان حمید و دلائل عقلیہ اور مخالفین کی کتب ہائے معتبرہ سے فروغ دینے

جاوے۔ پنجاب شیعہ مشن کی اس قابل توجہ اپیل پر محبان آلِ عبا کی خاص توجہ اور امداد کی ضرورت ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس سے معنی خیز نتائج ظاہر ہونے کی امید ہے۔ اسم ہائے گرامی معاونین محرم فنڈ رسالہ میں شائع کئے جاوینگے۔ تاکہ عوام کی اطلاع کا باعث ہو۔ ابکی بار رسالہ محرم کم از کم پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا جاویگا۔ تاکہ روز کی مانگ سے بچے رہیں۔ رقوم عطیہ سکرٹری محرم فنڈ محلہ شیعیان لاہور آنی چاہئیں۔

مجلس علمیہ وعظ

(الحافظ کے خاص رپورٹر کے قلم سے)

مورخہ ۱۴-جون ۲۵ء یوم یکشنبہ امام باڑہ سردار محمد اسلم خاں صاحب سوداگر اسپان موچی دروازہ لاہور میں منجانب حاجی الحرمین الشریفین مولوی سید جلال الدین حیدر صاحب پروفیسر چیف کالج لاہور مجلس وعظ ٹھیک ۴ بجے عصر منعقد ہوئی۔ امام باڑہ میں کثرت ہجوم سے تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور گریجویٹ کافی تعداد میں شریک تھے۔ چیف کالج سے بھی طلباء شریک ہونے کی غرض سے مجلس وعظ میں تشریف لائے۔ اور نبیرہ حضور ہز ہائینس والئی ریاست رامپور بھی مع اپنے اتالیق کے شریک مجلس ہوئے۔ سردار سعادت حسین خانصاحب قزلباش و سردار نوازش علی خاں صاحب بی اے قزلباش لاہور بھی مع اپنے سٹاف کے اس علمیہ مجلس میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ چند ذاکرین کی پیشخوانی کے بعد ٹھیک ۶ بجے عصر قبلہ وکعبہ حجۃ الاسلام صدر المفسرین سرکار علامہ حائری صاحب مجتہد العصر دامت برکاتہم رونق افروز منبر ہوئے۔ اور حسب الحکم قبلہ وکعبہ مدرسۃ الحفاظ کے طالب العلم نے تبرکاً ایک رکوع حفظ سنا کر مومنین کو محظوظ و مسرور کیا۔ ازاں بعد سرکار علامہ صاحب قبلہ نے فصیح خطبہ کے بعد عنوان "حقیقت قرآن و وحی نبوت" پر وہ فلسفی نکات بیان فرمائے۔ کہ ایمان میں نمو اور تجلا پیدا ہوگئی۔ تعلیم یافتہ گریجویٹ طبقہ عموماً اور جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب پروفیسر مشن کالج لاہور زاد لطفہٗ خصوصاً فلسفہ تقریر کے ہر پہلو کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ اور مولوی ابوالحسن صاحب منشی عالم کا بیان ہے کہ میرے ہمراہ جو ایک گریجویٹ اور بہت بڑے فلسفی دانشمند تھے۔ سرکار علامہ کی فلسفیانہ تقریر سے نہایت محظوظ اور متاثر ہو کر کہنے لگے کہ بیشک

شیعوں میں ایسے علماء بڑے قابل قدر و عزت ہیں۔ جو دوسرے فرقوں میں نہیں مل سکتے۔ اور جناب مولوی حاجی سید جلال الدین حیدر پروفیسر چیف کالج لاہور بانی مجلس نے تو اس بقعۂ نور مجلس کی تعریف میں ایک خاص اور جامع جملہ تحریر فرمادیا کہ میں زبانی نہیں بلکہ حقیقی طور پر اس مجلس کے متعلق شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ٹھیک مغرب کے وقت منتہائے رقت اور گریہ و بکار کے ساتھ وعظ ختم کیا گیا۔ یہ مجلس بھی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے لاہور میں ضرور یادگار رہے گی۔ مخالفین بھی بہت متاثر اور معترف ہوئے (زندہ باد سرکار علامہ حائری) آمین۔

سید ولایت علی شاہ صاحب متولی امام باڑہ مذکور۔ اور ارکین شیعہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی خصوصاً منشی محمد علی صاحب و شیخ محمد حسین صاحب کربلائی فدا حسین صاحب کا انتظام نہایت قابل تحسین تھا۔ اگرچہ حبس ہوا اور گرمی بشدت تھی۔ مگر محویت کے عالم میں یہ تین گھنٹے وقت گذرتے معلوم بھی نہ ہوئے۔

یوم غدیر خم

(از جناب سید ابو الفضل سلطان المتکلمین جناب مولانا السید محسن علی شاہ صاحب دام ظلہم)

دن سیر آفتاب یا سیر زمین کے اس عرصہ کا نام ہے۔ جس کی ابتداء طلوع آفتاب سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک منتہی ہوتی ہے۔ اس درمیانی عرصہ کو دن کہتے ہیں۔ ہر ایک دن اسی طرح ہوتا ہے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہ اعتبار عوارضات ظاہری ہر ایک دن ایک نئی شان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی مطلع صاف سخت دھوپ اور گرمی کا دن۔ کبھی گرد و غبار آلود دن۔ کبھی اندھیری تیرہ و تار دن۔ کبھی دن اس شان کا ہوتا ہے کہ ابر ہے، بارش ہے، ٹھنڈی ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دن کی حیثیت کو عوارضات ظاہری بدل دیتے ہیں۔ پس جبکہ عوارضات ظاہری دن کی کیفیت کو بدل دیتے ہیں۔ تو عوارضات باطنی بھی ... ضرور دن کی کیفیت میں اثر کرتے ہیں ورنہ عید کا دن بھی ایسا ہی ہے۔ جیسے دوسرے دن ہوتے ہیں۔ اور جمعہ کا دن بھی اسی قاعدہ سے ہوتا ہے۔ جیسے باقی ایام ہوتے ہیں۔ خوشی کا دن بھی دن ہوتا ہے۔ اور غم کا دن بھی دن۔ مگر کتنا

فرق ہے۔ خوشی کا دن کچھ اور کیفیت رکھتا ہے۔ اور غم کا دن کچھ اور۔ جس سے ثابت ہوا کہ واقعات کا اثر دن پر بھی ہوتا ہے۔ اور انہیں واقعات کے سبب دن قابلِ احترام ہوجاتا ہے اور اسی بناء پر ایام کی سعادت و نحوست معین ہوئی ہے۔ جن جن ایام میں واقعات آلہی کا ظہور ہوا ہے۔ ان ایام کو خداوند عالم نے قران مجید فرقان حمید میں (ایام اللہ) فرمایا ہے یعنی اللہ کے دن۔ کیا باقی ایام اللہ کے نہیں ہیں۔ نہیں۔ دن سب اللہ کے ہیں۔ واقعات کے سبب ان ایام کو خداوند عالم نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ آج جس دن کا ذکر ہم لکھنا چاہتے ہیں۔ وہ (الیوم) ہے۔ یعنی امروز نہ فردا گذشتہ نہ صبح آئندہ۔ آج کے دن نہ کل۔ نہ صبح آئندہ۔ وہ کونسا دن ہے جس کو خالق عالم نے الف لام معرفہ سے الیوم فرمایا ہے۔ شان الفاظ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بہت بڑا عظیم الشان دن ہے۔ اور کیوں عظیم الشان نہ ہو۔ جس دن میں تین واقعات آلہی ظہور میں آئے اکمالِ دین۔ اتمام نعمت۔ رضامندی خالق۔ افسوس تو یہ ہے کہ یہودی اس دن سے واقف ہیں۔ اور اہلِ اسلام کو خبر نہیں۔ نہیں خبر تو ہے۔ مگر ایک خاص مطلب کیواسطے اس دن کو چھپاتے ہیں۔

بخاری میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر خطاب کو کہا کہ تمہارے قرآن میں ایک آیت ہے۔ اگر وہ آیت ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو بڑی بھاری عید قرار دیتے اور تمام دنیا کو چراغاں کرتے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں اس دن کو اور اس آیت کو جانتا ہوں۔ افسوس باوجود جاننے کے حضرت عمر نے نہ اس دن کو عید قرار دیا اور نہ چراغاں کیا۔ ہم خلفتماب کی خدمت میں عرض کئے دیتے ہیں۔ کہ حضور یہ وہی دن تھا کہ جناب والا نے سب سے پہلے فرمایا تھا۔ بخٍ بخٍ لک یا علی اصبحت و امسیت مولای و مولا کل مومنٍ و مومنۃٍ۔ مبارک ہو مبارک یا علیؑ آج سے تم میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا ہوئے۔

ابن طلحہ شافعی مطالب السئول میں لکھتے ہیں کہ یہ وہی دن ہے جو موالیان علی علیہ السلام کے لئے عظیم الشان عید کا دن ہے۔ اور اسی دن کو محبانِ اہلبیت عید غدیر کہتے ہیں۔ یہ وہی دن ہے کہ رسول آخری حج بیت اللہ سے واپس تشریف لارہے ہیں۔ دوپہر کا وقت ہے کہ مقام غدیر خم پر پہونچے ہیں۔ اس مقام پر توقف فرمایا ہے۔ حکم ہوا کہ حی علی خیر العمل کہکر لوگوں کو پکارا جائے تمام متفرق ہونیوالے قافلے جمع ہوگئے ہیں۔ خداوند عالم کی بارگاہ سے ایسا ضروری حکم صادر ہوا ہے کہ اونٹوں کے پلانوں کا منبر بنایا گیا ہے۔ رسول اس منبر پر علیؑ کو ہمراہ لے جاتے ہیں۔ اور

ایک فصیح و بلیغ خطبہ حمد الٰہی میں ادا فرماتے ہیں۔ اور حاضرین جمع کو ان الفاظ سے خطاب ہوتا ہے اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ کیا میں تمہارے نفسوں سے زیادہ تمہاری جان اور مال کا متصرف نہیں ہوں چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ کہ ہاں یا رسول خدا آپ ہمارے نفسوں پر اور مالوں پر حاکم ہیں۔ حضرت امیر کو رسولخدا دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اس قدر بلند فرماتے ہیں کہ تمام مجمع دیکھ لیتا ہے۔ اسی حالت میں ارشاد ہوتا ہے۔ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ یعنی جس طرح میں تمہارا مولا ہوں۔ اسی طرح یہ علی تمہارا مولا ہے۔ ولنعم ما قال سید حسین جانشی چہار معنی من کنت مولا میروی ہر سو پئے علی مولا بہ آں معنی کہ پیغمبر بود مولا۔ پس یہ وہ دن ہے کہ پیغمبر علیہ السلام تبلیغ رسالت سے فارغ ہوئے۔ یہ وہ دن ہے کہ دین اکمل ہوا۔ نعمت الٰہی تمام ہوئی۔ خالق عالم رضامند ہوا۔ یہی وہ دن ہے کہ امیر المومنین کی خلافت پر بیعت ہوئی۔ اسی روز حضرت عمر نے دربار رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس وقت آپ علیؑ کو اٹھائے ہوئے فرما رہے تھے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ میرے پاس ایک خوشرو جوان بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ اے عمر رسولخدا نے ایک گرہ باندھی ہے کہ اس کو کوئی نہیں کھولے گا مگر منافق۔ اور تجھ کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں تو ہی اس کا کھولنے والا نہ ہو۔ حضرت رسول نے فرمایا کہ عمر تو نے پہچانا کہ وہ کون تھا۔ عرض کیا نہیں حضرت نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھا۔ یہی وہ دن تھا کہ رسولخدا نے مجمع عام میں علیؑ کی جانشینی کا اعلان فرمایا۔ اسی روز رسولِ خدا نے دستارِ خلافت حیدر کرار کے سر پر مزین فرمائی۔ یہی وہ واقعہ ہے کہ جس کو اسلام میں اس قدر راویوں نے روایت کیا ہے کہ صرف ان کے نام کی ایک کتاب مجلد ضخیم طیار ہو گئی ہے۔ جس کا نام نامی "عبقات الانوار" جلد غدیر ہے۔ اور شعراء عرب و عجم نے اس پر اس قدر قصائد تحریر فرمائے ہیں کہ حد احصاء سے باہر ہیں۔ سب سے پہلے خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس کو نظم فرمایا ہے۔ شرح دیوان جناب امیر میں کہتے ہیں کہ امام غزالی بن احمد اور احدی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ یہ ابیات جناب امیر علیہ السلام نے جس مجمع میں ارشاد فرمائے اس مجمع میں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ فضل بن عباس۔ عمار۔ عبدالرحمٰن۔ ابوذر۔ مقداد۔ سلمان عبداللہ بن مسعود موجود تھے۔ کسی نے انکار نہیں کیا۔ وہ ابیات یہ ہیں:۔

لَقَدْ عَلِمَ الْاُنَاسُ بِاَنَّ سَھْمِی ۔۔۔ مِنَ الْاِسْلَامِ یَفْضُلُ کُلَّ سَھْمِی

تمام لوگ جانتے ہیں کہ میرا حصہ اسلام میں تمام اسلام کے حصہ داروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

واحمد النبی واخی وصھری علیہ اللہ صلی و ابن عمی

احمد نبی صلوات اللہ علیہ میرا بھائی ہے۔ اور مجھکو اسکی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور وہ میرا ابن عم ہے یعنی چچازاد بھا

وَاِنّی قائدٌ للناس طُرّاً الی الاسلام من عربٍ وعجمِ

تمام عرب وعجم کا اسلام کی طرف رہبری کرنے والا میں ہوں۔

وقاتل کل صندید رئیسٍ وجبارٍ مِنَ الکفار ضخم

بڑے بڑے رئیس اور سرکش کافروں کا قتل کرنیوالا میں ہوں۔

وفی القرآن الزمھم ولائی واوجب طاعتی فرضاً بعزم

میں وہ ہوں کہ قرآن مجید میں خداوند عالم نے میری محبت تمام اہل اسلام پر واجب فرمائی ہے اور میری اطاعت سب پر فرض ہے۔

کما ھارون من موسیٰ اخوہ کذاک انا اخوہ وذاک اسمی

جسطرح ہارون موسیٰ کا بھائی تھا اسیطرح میں رسول کا بھائی ہوں اور میرا نام ہارون ہے۔

لِذاکَ اقامنی لَھُمْ اِماماً وَاَخبرھُمْ بِہٖ بِغدیرِ خُمِّ

اسیواسطے رسول نے مجھ کو تمام امت کا امام مقرر فرمایا۔ اور غدیر خم میں میری امامت کا اعلان فرمایا

فمن منکم یعادلنی بسھمی واسلامی وسابقتی ورحمی

پس کون ہے تم میں سے جو میری برابری کرسکے میری اسلام میں۔ میری سبقت میں۔ میری خویشی میں۔

فویلٌ ثم ویلٌ ثم ویلٌ لمن یلقی الالٰہ غداً بظلمی

پس سخت عذاب ہے اور سخت ترین عذاب ہے اس شخص کیلئے جو روز قیامت بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو ایسی حالت میں کہ میرا مظلمہ اس کی گردن پر ہو۔

وویلٌ ثم ویلٌ ثم ویلٌ لجاحد طاعتی ومرید ھضمی

اور سخت عذاب ہے اس شخص پر جو میری اطاعت سے روگردانی کرے اور سخت عذاب ہے اس شخص پر جو میرے حق کو غصب کرنیکا ارادہ رکھتا ہو۔

فویلٌ للذی یشقی سفاھاً یرید عداوتی من غیر جرمی

پس ویل ہے اس شقی کے لیے جو بلاجرم اپنے کینہ پن سے میری عداوت رکھتا ہے۔

شیخنا بہاؤالدین عاملی اعلی اللہ مقامہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ھا علیٌ بشرٌ کیف بشر ربہ فیہ تجلی وظھر

تمام مخلوقات میں علیؑ وہ بندۂ خدا ہیں کہ جنکی ذات بابرکات میں قدرتِ حق جلوہ گر ہے۔

ودہٗ اوجب مافی القرآن   اوجب اللہ علینا و امر

خداوند عالم نے جو چیزیں قرآن میں واجب فرمائی ہیں سب سے زیادہ دوستی اور محبت علی بن ابیطالب کو واجب تر گردانا اور اہل اسلام کو حکم دیا محبتِ علی کا۔

حبہ مبداءِ خلدٍ ونعیم   بغضہ مبداءِ نارٍ وسقر

علی کی محبت خلدِ بریں کا چشمہ ہے اور علی کی عداوت موجب جہنم ہے۔

کل من مات ولم یعرفہ   موتہٗ موتُ حمارٍ وبقر

جو مسلمان بلا معرفت علی کے مرجائے تو موت اس کی ایسی ہے جیسے گدھے اور بیل مرجاتے ہیں۔

ھو فی الکل امام الکلی   من ابوبکر و من کان عمر

علی امام الکل ہیں ابوبکر ہوں یا عمر سب کے امام ہیں۔ ابوبکر عمر کون ہوتے ہیں جو علی کا مقابلہ کریں۔

لیس من اذنب یوماً بہ امام   کیف من اشرک دھراً وکفر

جو شخص ایک دن گناہ کرے امام نہیں ہوسکتا پس کسطرح امام ہوسکتا ہے وہ شخص جس نے مدتوں کفر اور شرک کیا ہو۔

ھو والنور و اما الشرکا   فظلامٌ ودخانٌ وشرر

علی نور ہے اور اسکی ہمسری کا دعویٰ کرنیوالے اندھیرا۔ دھواں۔ آگ کے شرارے ہیں۔

ایھا الطفتم تذکر سنداً   متنہٗ صحّ بنصٍ وخبر

اے مدعی یادکر اس سند کو جسکا متن نص قرانی اور احادیث نبوی سے صحت کو پہونچا ہے۔

اذاتی احمد فی خم غدیر   بعلی وعلی الرحل نبر

جبکہ رسول خدا خم غدیر میں علی کو ہمراہ لے کر پالانوں کے منبر پر تشریف لے گئے۔

قال من کنت انا مولاہ   فعلی لہ مولاً ومفر

فرمایا رسول نے جسکا میں مولا ہوں پس علی اس کا مولا ہے اور جائے پناہ۔

قبل تعیین وصیٍ ووزیر   ھل تری فات نبیٌ وھجر

اپنا وصی اور وزیر معین کرنے سے پہلے کوئی نبی فوت نہیں ہوا اور کسی نبی نے بلا تعین وصی دنیا کو نہیں چھوڑا۔

من اتی فیہ نصوصٌ بخصوص   ھل باجماع عوامٍ ینکر

جس شخص کے بارے میں خصوصیت کیساتھ نصوص قرانی و اخبار نبوی وارد ہوئے ہوں چند عوام کے اجماع سے ایسے نصوص کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

شرح اجرت اشتہار

مقدار	سالانہ	ششماہی	سہ ماہی	یکبار	کیفیت
پورا صفحہ	للعہ	عہ	صہ	عہ	فی سطر ۲ر ...
نصف صفحہ	عہ	سے	للعہ	عہ	رعایت کی گنجـ...
چوتھائی صفحہ	صہ	سے	عہ	عہ	نہیں۔

... باہتمام محمد صدیق ... حکیم فتح ... حسین ... پبلشر نے دفتر الحافظ لاہور ... حیدر ...